۴

ہر جماعت میں درس القرآن جاری کرنے کی ضرورت

(فرمودہ ۲۶- جنوری ۱۹۳۴ء بمقام لاہور)

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا۔

انسانی عقل اور انسانی دانائی اس قدر ظاہری علوم پر مبنی نہیں ہے جس قدر کہ عنایتِ الٰہی اور فضلِ الٰہی پر مبنی ہے۔ بعض لوگ بہت کچھ پڑھے ہوئے نظر آئیں گے مگر ان کے علوم ان کیلئے وبالِ جان ہوجاتے ہیں۔ نہ ان کے اخلاق میں درستی ہوتی ہے نہ ہی تمدنی طور پر انہیں کوئی عظمت حاصل ہوتی ہے اور نہ ہی روحانی طور پر وہ کوئی مفید کام کرنے والے ثابت ہوتے ہیں لیکن جب انسان اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کرتا ہے، اس کی مہربانی اور عنایت کو حاصل کرلیتا ہے تو اس کے دماغ کو ایسا نور اور زبان کو ایسی تأثیر مل جاتی ہے کہ بڑے بڑے پڑھے لکھے اس کا مقابلہ نہیں کرسکتے، خواہ وہ ایک لفظ بھی پڑھا ہوا نہ ہو۔ دنیا میں بڑے بڑے علماء گزرے ہیں اور آئندہ بھی ہوتے رہیں گے مگر یہ سب کے سب یا کم سے کم ایسے انسان جنہوں نے دیانت کو نہیں چھوڑا تسلیم کریں گے کہ جو تعلیم رسول کریم ﷺ نے دی، وہ عظمت اور وسعت اور گہرے اثرات ونتائج کے لحاظ سے بھی تمام انسانوں کی تعلیمات سے فائق ہے حالانکہ آپ دنیوی علوم سے بالکل بے بہرہ تھے۔ آپ کو جو کچھ ملا خداتعالیٰ کی طرف سے قرآن کے ذریعہ ملا۔ مگر اب کتنے ہیں جو اسے حاصل کرسکتے ہیں۔ آپ کو خداتعالیٰ نے علیحدہ علوم نہیں سکھائے تھے۔ یہ نہیں کہ رات کو اللہ تعالیٰ آپ کو کچھ اور سکھا دیتا اور باقی دنیا کیلئے قرآن نازل کرتا۔ آپ پر جو کچھ بھی نازل ہوا وہ قرآن ہی ہے۔ بیشک بعض اور

وحیاں بھی ہوئیں جنہیں احادیثِ قدسیہ کہا جاتا ہے مگر وہ سب قرآن کے تابع ہیں۔ تمام علوم قرآن میں موجود ہیں۔ اور اسی سے حاصل کرکے آپ نے وہ تعلیم دی کہ جس کا مقابلہ اور کوئی تعلیم نہیں کرسکتی۔ وہ قرآن کریم اب بھی ہے مگر اس کے پڑھنے والے معمولی علم رکھنے والوں سے بھی شرمندہ اور ذلیل ہوتے ہیں۔ جس سے معلوم ہوا کہ قرآن ایک مخفی خزانہ ہے جس کے حصول کیلئے جس کوشش، اخلاص اور نیکی کی ضرورت ہے، وہ اب قرآن پڑھنے والوں میں نہیں۔ دو ہی باتیں ہیں یا تو یہ کہ قرآن کے متعلق ہمارے دعاوی غلط ہیں، وہ علوم کا خزانہ نہیں رسول کریم ﷺ نے یہ تعلیم کسی اور جگہ سے حاصل کرکے دی۔ یا پھر یہ کہ پڑھنے والوں کے اندر وہ چیز نہیں جس کی علومِ قرآنی حاصل کرنے کیلئے ضرورت ہے اور آخری بات ہی صحیح ہے۔

ہمارے ملک میں یہ وباء ہے کہ عوام تو رہے علماء بھی قرآن نہیں پڑھتے۔ حتّٰی کہ مدارسِ اسلامیہ میں بھی قرآن کا ترجمہ نہیں پڑھایا جاتا۔ پہلے طالب علم عربی پڑھتے رہتے ہیں اور جب اس سے واقف ہوگئے تو تفسیر شروع کرادی جاتی ہے اسی لئے مولوی قرآن کریم کے ترجمہ سے گھبراتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ سوائے قرآن کے ایک ترجمہ کے جو زیادہ مقبول نہیں ہوا، باقی قرآن کریم کے جتنے تراجم ہیں وہ سب غیر علماء نے کئے ہیں۔ ایک ترجمہ فتح محمد صاحب جالندھری نے کیا ہے جو عالم نہ تھے۔ دوسرا ڈپٹی نذیر احمد صاحب دہلوی نے کیا ہے، وہ بھی عالم نہ تھے بلکہ سرکاری عہدیدار تھے۔ اور ان کا ترجمہ ہی زیادہ مقبول ہوا ہے۔ مرزا حیرت نے بھی ترجمہ کیا مگر وہ بھی عالم نہیں تھے۔ ہمارے ملک کے علماء کہلانے والے جلالین، بیضاوی، کشّاف پڑھ لینا ہی کمال سمجھتے ہیں یا پھر اگر کوئی زیادہ بلند پروازی کی طرف مائل ہوا تو اس نے تفسیر رازی پڑھ لی اور سمجھ لیا کہ ہم نے قرآن سیکھ لیا ہے۔ قرآن کریم پر تدبّر کی انہیں عادت ہی نہیں۔ ان کی یہ بہت بڑی خامی ہے کہ انہوں نے عقلِ انسانی پر کفایت کرلی اور اللہ تعالیٰ سے مدد کی انہیں کوئی توقع نہ رہی۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ رسول کریم ﷺ قیامت کے روز کہیں گے۔ یَا رَبِّ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا ھٰذَا الْقُرْاٰنَ مَھْجُوْرًا۔[3] اے میرے رب! میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑ دیا۔ صرف قرآن نہیں فرمایا بلکہ ھٰذَا الْقُرْاٰنَ فرمایا۔ یعنی یہ قرآن جو اس قدر برکات والا ہے، اسے چھوڑ دیا اور اس سے توجہ ہٹالی۔ ہماری جماعت کے کئی دوست مجھ سے پوچھتے رہتے ہیں کہ قرآن کریم کا

انگریزی وار دو ترجمہ کب شائع ہوگا- لیکن جہاں میں یہ سمجھتا ہوں کہ وہ یہ سوال کرسکتے ہیں اور مرکز کا فرض ہے کہ کوشش کرکے اس سوال کا جواب جلد دے' وہاں یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ قرآن کا پڑھنا پڑھانا کسی ترجمہ پر منحصر نہیں- میں نے کئی دفعہ توجہ دلائی ہے کہ جماعتوں میں درسِ قرآن کا انتظام ہونا چاہیئے لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اِس وقت تک بہت سی جماعتیں اس سے محروم ہیں حالانکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب میں ایسا ذخیرہ اور ایسی باتیں موجود ہیں کہ جو شخص ترجمہ جانتا ہو یا کم سے کم ترجمے والے قرآن کے ذریعہ قرآن کا ترجمہ پڑھ سکتا ہو وہ غور و تدبر کرنے پر دوسرے علماء کہلانے والوں سے بہت زیادہ قرآن سمجھ سکتا ہے- میرا خیال ہے کہ اگر کوئی انسان کوشش کرے تو قرآن سیکھنے کیلئے دُنیوی طور پر تعلیم یافتہ ہونا کوئی ضروری نہیں بلکہ اس کیلئے اخلاص' نیکی' تقویٰ اور انابت کی ضرورت ہے- جب ایک انسان آستانۂ الٰہی پر گرجائے اور خداتعالیٰ کے آگے سر جُھکا دے تو خداتعالیٰ ضرور اس کی مدد کرتا ہے- میں چھوٹا بچہ تھا' تھوڑی ہی عمر تھی اور عربی کی ابتدائی کتابیں ہی پڑھ رہا تھا کہ میں نے ایک رؤیا دیکھا- پہلے ٹک سی ایک آواز آئی جیسے کٹورے پر اُنگلی یا کوئی چیز مارنے سے پیدا ہوتی ہے- پھر وہ آواز پھیلنا شروع ہوئی اور ایک وسیع میدان کی صورت اختیار کرگئی- ایک ایسا میدان کہ جس کی نہ ابتداء نظر آتی تھی نہ انتہاء- پھر میں نے دیکھا کہ اس میں سے سینما کی فلم کی طرح کی کوئی چیز نمودار ہونا شروع ہوئی- اور جوں جوں وہ نزدیک ہوتی گئی اس میں سے ایک تصویر کی صورت ظاہر ہونے لگی اور میں نے اسے پہچاننا شروع کیا تو وہ ایک زندہ انسان کی صورت تھی- اور مجھے بتایا گیا کہ یہ فرشتہ ہے- وہ آیا اور کہنے لگا کہ آپ کو سورۃ فاتحہ کی تفسیر پڑھاؤں- میں نے کہا پڑھایئے اور وہ پڑھانے لگ گیا- جب اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ تک پڑھا چکا تو کہنے لگا کہ اِس وقت تک جتنی تفاسیر لکھی گئی ہیں' وہ یہیں تک کی ہیں- میں آپ کو آگے پڑھاؤں؟ میں نے کہا ہاں پڑھایئے اور وہ پڑھانے لگ گیا- جب میں بیدار ہوا تو اس میں سے کئی باتیں مجھے یاد تھیں اور میں نے انہیں نوٹ بھی کرنا چاہا مگر کیا نہیں- یہ غالباً حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے قریب کا زمانہ تھا مجھے ٹھیک یاد نہیں- یا اگر حضرت خلیفہ اول کا زمانہ تھا تو ابتدائی ایام ہی تھے- میں نے اس رؤیا کا ذکر حضرت خلیفہ اول سے کیا- آپ نے افسوس کیا کہ وہ باتیں میں نے کیوں نہ لکھ لیں- مگر بعد میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھ پر ظاہر ہوا کہ لکھنا

بے فائدہ تھا اس رؤیا کا مطلب تو یہ ہے کہ سورۃ فاتحہ کی تفسیر میرے دل میں ڈالی گئی اور فرشتہ کا یہ کہنا کہ اِس وقت تک جو تفاسیر لکھی گئی ہیں۔ وہ اِیَّاکَ نَعْبُدُ تک کی ہیں' اس کا یہ مطلب ہے کہ اس سورۃ کا یہاں تک کا حصہ بندہ کا کام ہے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ خدا تعالیٰ کہتا ہے کہ میں نے سورۃ فاتحہ کو اپنے اور بندہ کے درمیان تقسیم کر دیا ہے۔ آدھی خود رکھ لی اور آدھی بندہ کو دے دی ہے[۲]۔ گویا یہاں تک بندہ کا کام ہے۔ بظاہر تو پہلا حصہ خدا تعالیٰ کی صفات ہی ہیں۔ مگر بندہ جب اسے پڑھتا ہے تو گویا اللہ تعالیٰ کی صفات کا اظہار کرتا ہے۔ اور اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ سے آگے خدا کا کام ہے۔ اور یہ ایسی بات ہے جسے وہی معلوم کر سکتا ہے جسے خدا کا قُرب حاصل ہو۔ اس رؤیا کے زمانہ سے لے کر آج تک کبھی میں نے قرآن کو ہاتھ نہیں لگایا کہ نئے علوم مجھ پر نہ کُھلے ہوں۔ اور جب بھی میں نے سورۃ فاتحہ کی تفسیر کی ہے' نئے رنگ میں کی ہے' میرے خطبات کو پڑھ کر دیکھ لو اِس وقت تک مَیں سَو سے زیادہ تفاسیر اس کی بیان کر چکا ہوں اور ابھی یہ خزانہ ختم نہیں ہوا۔ یہی حال سارے قرآن کا ہے۔

پس مَیں دوستوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ قرآن کو اخلاص سے پڑھیں ہر جماعت کو چاہیئے کہ درس جاری کرے اسی طرح لاہور کی جماعت بھی کرے' یہاں ہوسٹل ہے وہاں بھی درس ہونا چاہیئے۔ مجھے نہیں معلوم کہ ہوتا ہے یا نہیں لیکن اگر ہوتا ہے تو بے قاعدہ ہوتا ہو گا۔ بہت سے لوگ چھوٹی چھوٹی باتوں کو بھی خود نہیں سمجھ سکتے اس لئے ابتداءً انہیں سہارا کی ضرورت ہوتی ہے جو درس سے حاصل ہو سکتا ہے۔ یا اگر مسجد' ہوسٹل یا جو دوست دور دور رہتے ہیں وہ محلّہ وار جمع ہو کر درس کا انتظام کریں اور جن کیلئے محلّہ وار جمع ہونا بھی مشکل ہو وہ گھر میں ہی درس دے لیا کریں تو جماعت میں تھوڑے ہی دنوں کے اندر علوم کے دریا بہہ جائیں۔ درس کیلئے بہترین طریق یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تفاسیر کو مدنظر رکھا جائے۔ آپ نے اگرچہ کوئی باقاعدہ تفسیر تو نہیں لکھی مگر تفسیر کے اصول ایسے بتا دیئے ہیں کہ قرآن کو ان کی مدد سے سمجھنا بہت آسان ہو گیا ہے اور سب سے زیادہ اس کیلئے انابت کی ضرورت ہے۔ قرآن میں آتا ہے کہ لَا یَمَسُّہٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ[۳]۔ یعنی اس کی گہرائیوں کو مطہّر لوگ ہی پا سکتے ہیں۔ مطہّر کے یہ معنی نہیں کہ انسان تمام عیبوں سے یکدم پاک ہو جائے اس کیلئے کوشش کرتے رہنا چاہیئے لیکن یہاں پاکیزگی سے مراد خدا کی محبت کی

پاکیزگی ہے۔ جس کے اندر یہ پیدا ہوجائے اسے عشقِ الٰہی حاصل ہوجاتا ہے۔ محبت ایک آگ ہے، اس کی ابتدائی حالت بھی آگ ہے اور انتہائی بھی۔ اسی طرح عشق جب شروع ہو تو پھیلتا جاتا ہے اور اس کا پہلا حصہ بھی عشق ہے اور آخری بھی عشق ہے۔ طہارت کے کئی مقام ہیں۔ محمد رسول اللہ ﷺ کی طہارت کا جو مقام تھا وہ حضرت ابوبکرؓ کو حاصل نہیں تھا۔ اور حضرت ابوبکرؓ کے مقامِ طہارت کو حضرت عمرؓ نہیں پہنچے تھے۔ حضرت عمرؓ کا مقام حضرت عثمانؓ سے اور حضرت عثمانؓ کا حضرت علیؓ سے بلند تھا۔ تو طہارت کے مدارج کے حصول کی کوشش بھی جاری رہنی چاہیئے۔ مگر عشق ہر وقت سُلگ سکتا ہے اور جس کے اندر خدا کا عشق پیدا ہوجائے وہ قرآن کریم کو سمجھ سکتا ہے پس قرآن کریم کو تمام علوم پر مقدم کرو۔ مسلمانوں کی ساری تباہی اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے قرآن کریم کو چھوڑ دیا حتّٰی کہ علماء کہلانے والوں نے بھی چھوڑ دیا۔ ہمارے لاہور کے ایک دوست کو مولویوں میں تبلیغ کا شوق ہے وہ میرے پاس دیوبند کے تعلیم یافتہ طلباء کو لے آئے جن میں سے ایک نے مجھ سے پوچھا کہ آپ کی تعلیم کتنی ہے۔ ان کے نزدیک تعلیم سے مراد چونکہ کسی مدرسہ کا سند یافتہ ہونا تھا اس لئے میں نے کہا کوئی نہیں۔ کہنے لگے آخر کچھ تو ہوگی۔ میں نے کہا صرف قرآن جانتا ہوں۔ کہنے لگے انتہائی تعلیم کیا ہے۔ میں نے کہا ابتدائی بھی یہی اور انتہائی بھی یہی ہے۔ پھر انہوں نے پوچھا انگریزی تعلیم بھی ہے یا نہیں۔ میں چونکہ ان کا مطلب سمجھ چکا تھا۔ میں نے کہا میں مدرسہ میں پڑھا کرتا تھا مگر دسویں جماعت تک ہمیشہ فیل ہوتا رہا۔ ایک نے کہا پھر پرائیویٹ تعلیم حاصل کی ہوگی۔ میں نے کہا وہ بھی قرآن ہی کی۔ میرے اس جواب سے کہ صرف قرآن ہی پڑھا ہے، وہ حیران تھے۔ اور یہ ان لوگوں کی حالت ہے جو دین کی اشاعت کے ذمہ دار ہیں اور جو اسلام کے ستون سمجھے جاتے ہیں۔ ان کے نزدیک قرآن کی تعلیم کوئی تعلیم ہی نہیں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ انہیں معلوم ہی نہیں کہ قرآن کیا چیز ہے اور دنیوی علوم کی اس کے مقابلہ میں حیثیت کیا ہے۔ دنیوی علوم کا کوئی بڑے سے بڑا ماہر ہے جو قرآن میں میرا مقابلہ کرسکے۔ کوئی بڑے سے بڑا فلسفی، منطقی، سائیکالوجسٹ یا کسی اور شعبۂ علم کا ماہر میرے سامنے آئے اور قرآن پر کوئی اعتراض کرے، اور دیکھے کہ مَیں اِسی علم کے ذریعہ اُس کے اعتراض کو ردّ کرتا ہوں یا نہیں۔ علماء آئیں اور میرے مقابل پر تفسیر لکھیں۔ مگر میں جانتا ہوں خدا کے فضل سے کسی کے اندر اتنی طاقت نہیں۔ وجہ یہ ہے کہ وہ ساری عمر فقہ اور حدیث رٹتے رہتے ہیں

اور قرآن کی طرف کوئی توجہ ہی نہیں کرتے یا منطق پڑھنے میں عمر صرف کردیتے ہیں اور قرآن کی طرف نظر اُٹھا کر بھی نہیں دیکھتے کہ انہیں معلوم ہو کہ دنیا کے تمام علوم اس کے سامنے شرمندہ ہیں- قرآن جاننے والا دنیا کی کسی مجلس میں شرمندہ نہیں ہوسکتا- جو قرآن جانتا ہو وہ دنیا کے سارے علوم جان لیتا ہے- مگر دنیا کے سارے علوم جاننے والا قرآن نہیں جان سکتا- یہ بند کتاب ہے' مخفی خزانہ ہے' جس تک ہر ایک کی رسائی نہیں ہوسکتی- صرف مطہّرلوگ ہی اسے پاسکتے ہیں اور جب تک عشقِ الٰہی دل کے اندر نہ پیدا ہو' اس کے مضامین نہیں کھُل سکتے-

پس میں لاہور کی جماعت کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ قرآن کریم کی طرف متوجہ ہو- پہلے بھی مَیں یہاں علماء کو بھیج کر درس جاری کراتا رہا ہوں مگر پھر یہ سلسلہ بند ہوجاتا ہے حالانکہ درس دینا صرف علماء کا ہی حصہ نہیں بلکہ اور دوست بھی دے سکتے ہیں- حضرت خلیفہ اول نے جب مجھے قرآن شریف کا ترجمہ اور بخاری پڑھائی تو فرمایا بس مجھے جو آتا تھا وہ میں نے آپ کو پڑھا دیا- اور میں تو سمجھتا ہوں بخاری کی بھی ضرورت نہ تھی- بخاری اور دیگر احادیث کی کتب تو پڑھی جاتی ہیں رسول کریم ﷺ کے کلام سے قرآن شریف کی تشریح معلوم کرنے کیلئے ورنہ قرآن شریف کامل کتاب ہے- بیشک رسول کریم ﷺ سب سے زیادہ قرآن جانتے تھے مگر احادیث کے متعلق یہ بھی تو شبہ ہے کہ ممکن ہے وہ کلام آپ کا نہ ہو اور کسی اور نے خود ہی بات گھڑ لی ہو- یہ بھی ہم قرآن کی روشنی سے ہی معلوم کرسکتے ہیں کہ کونسی حدیث درست ہے- اور حدیث بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کی قیمت قرآن کریم کی تفسیر ہونے کی وجہ سے ہی ہے- ہم ان سے نور حاصل کرتے ہیں مگر وہ نور قرآن سے ہی لیا گیا ہے- پس دوستوں کو چاہیئے کہ فوراً درس جاری کردیں اور ہر محلّہ میں اس کا انتظام ہو خواہ کوئی ترجمہ ہی جانتا ہو- وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب سے مدد لیکر درس جاری کردے- اور جو سمجھ میں نہ آئے وہ کسی عالم سے پوچھ لے- یا جب قادیان آنے کا موقع ملے یا میں یہاں آؤں تو مجھ سے دریافت کرلے- اس میں کوئی ہتک کی بات نہیں کہ جو بات سمجھ میں نہ آئے' وہ کسی سے پوچھ لی جائے- مجھے فقہ سے دلچسپی نہیں- اگرچہ مجھے اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایسا نور اور ایسی فراست حاصل ہے کہ بڑے بڑے امور کو میں خود حل کرلیتا ہوں لیکن بعض اوقات کوئی فقہی مسئلہ مجھ سے پوچھے تو کہہ دیتا ہوں کہ مجھے یاد

نہیں۔ کسی عالم سے پوچھ لو۔ تو جو بات نہ آتی ہو اس کا کسی سے پوچھ لینا کوئی ہتک کی بات نہیں۔ اگر پہلی بار درس دینے پر نصف قرآن ہی سمجھ میں آئے تو دوسرے درس تک بہت سے مزید مقام حل ہوجائیں گے۔ اور اس طرح کسی دن سارا قرآن حل ہوجائے گا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاول فرمایا کرتے تھے کہ قرآن کی دو تین آیات مجھے سمجھ نہیں آئیں۔ مگر میرے لئے اللہ تعالیٰ نے وہ بھی حل کردی ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ کو قرآن کی پانچ آیات سمجھ نہیں آئی تھیں مگر حضرت خلیفۃ المسیح الاول کو اللہ تعالیٰ نے وہ بھی سمجھادیں۔ اور آپ پر جو حل نہ ہوئی تھیں، اللہ تعالیٰ نے مجھ پر وہ بھی کھول دیں۔

ہر آیت کے سینکڑوں مطالب ہوسکتے ہیں۔ اگر وہ مطلب جو آئندہ زمانہ کیلئے ہے، وہ ہماری سمجھ میں نہیں آتا تو کوئی حرج نہیں۔ آئندہ زمانہ میں ہونے والے اعتراضات کا بھی تو ہم کو جواب نہیں دینا پڑتا۔ صرف وہ مطالب بھی اگر سمجھ میں آجائیں جو اس زمانہ کے متعلق ہیں تو کافی ہے۔ اگر کل کوئی اور ضرورت ہوگی تو خدا تعالیٰ نئے مطالب بھی کھول دے گا۔ یہ چیز کسی خاص انسان سے تعلق نہیں رکھتی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام، حضرت خلیفہ اول، میری یا علمائے جماعت کی کوئی خصوصیت نہیں بلکہ ہر شخص جو اخلاص، عشق اور محبت سے توجہ کرے وہ ایک نیا نور پائے گا۔ بعض اوقات بعض عورتیں اور وہ لوگ جو بالکل اَن پڑھ ہوتے ہیں، ایسی لطیف بات بیان کردیتے ہیں اور وہ ایسے معنی بیان کرتے ہیں کہ حیرت ہوتی ہے۔ غرض قرآن شریف دل سے تعلق رکھتا ہے۔ اپنے دلوں کو کھولو اور اس کی طرف توجہ کرو۔ جب تک دل نہ کھلے گا اُس وقت تک یہ نور نہیں مل سکتا۔ ساری برکتیں اسی میں ہیں اس لئے اس کی طرف توجہ کی بہت ضرورت ہے۔ نوجوانوں کے لئے بھی درس کا باقاعدہ انتظام ہونا چاہیئے کیونکہ ان کے سامنے لوگ نئے نئے اعتراض کرتے رہتے ہیں۔ اور دوسرے دوستوں کیلئے بھی مساجد اور محلوں میں درس کا انتظام ہونا چاہیئے۔ علیحدہ طور پر پڑھنے میں یہ نقص ہے کہ بعض لوگوں میں استقلال نہیں ہوتا اور وہ باقاعدہ نہیں پڑھ سکتے۔ درس سے وہ بھی فائدہ اُٹھاسکتے ہیں۔ پھر ایک دوسرے کی معلومات اور اعتراضات سے بھی آگاہی ہو جاتی ہے۔ اگر درس کے اختتام پر درس دینے والا یہ کہہ دے کہ اس کے متعلق اگر کسی کو کوئی اور نکتہ سُوجھا ہو تو بتادے تو اس سے بہت فائدہ ہوسکتا ہے اور قرآن کریم سیکھنے کا یہ بہت آسان ذریعہ ہے۔ تعجب ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس قدر تاکید

کے باوجود ابھی تک ایک طبقہ ایسا ہے جو اس طرف متوجہ نہیں حالانکہ دروازہ کھلا ہے' معشوق سامنے بیٹھا ہے مگر قدم اُٹھا کر آگے نہیں جاتے۔

(الفضل یکم فروری ۱۹۳۴ء)

---

۱ الفرقان:۳۱

۲ سنن نسائی کتاب الافتتاح باب ترك قراءة فی فاتحة الكتاب

۳ الواقعة:۸۰